رضوان خان

ریسرچ اسکالر شعبہ اُردو

الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کیمپس

’’پشتونوں کی لوک کہانیاں‘‘ تجزیاتی مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو عقل وشعور کی بنیاد پر تمام مخلوقات میں بلند مقام عطاء فرمایا۔ یہی نہیں بل کہ اسے جستجو، تحقیق اور تخلیق کے فن سے بھی آشنا کیا۔ قدرت کی عطاء کردہ ان ہی خوبیوں کی بدولت انسان اپنے جذبات، احساسات، تجربات اور خیالات کا اظہار مختلف انداز میں کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی اظہار اگر ایسے تخلیقی اور فنکارانہ انداز میں ہو جو سننے اور پڑھنے والے کے دل و دماغ کے ساتھ ساتھ اس کے جمالیاتی احساسات کو بھی متاثر کرے تو ادب کہلاتا ہے۔

بعض ناقدینِ ادب صرف تحریری شکل میں موجود تخلیقات کو ادب مانتے رہے ہیں۔ جس سے ادب نہ صرف ایک مخصوص طبقے تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے بل کہ اس سے زندگی کی معاشرتی، تہذیبی اور سماجی تصویر بھی دھندلی دکھائی دینے لگتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ صدیوں سے سینہ بہ سینہ محفوظ رہنے والی ہزاروں کہانیوں اور گیتوں کو بھی ادب میں شامل کیا جائے۔ یہی ادب، لوک ادب یا عوامی ادب کہلاتا ہے۔ لوک ادب اتنا ہی پرانا ہے جتنی زبان، یعنی لوک ادب کی تاریخ اور بعض اوقات اس کی اہمیت تحریری ادب سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

لوک کہانی ایک قدیم ادبی تخلیق تصور کی جاتی ہے۔ دنیا بھر اور خصوصاً پاکستان کی بڑی زبانوں میں بھی لوک کہانیاں ملتی ہیں۔ یہ کہانیاں اپنے عہد کے تہذیبی، ثقافتی، اور سماجی عوامل کی عکاس رہی ہیں۔ کہانی تخلیق کرنے والا اپنے ذاتی جذبات ونفسیات کے ساتھ ساتھ اپنے پورے عہد اور سماج کی نفسیات بیان کر رہا ہوتا ہے، جس میں ماضی کی تاریخ کے ساتھ ساتھ مستقبل کے ممکنات بھی دکھائی دیتے ہیں۔

> ’’میں کہانی کہتا ہوں، تُو اچھا اچھا کہتا جا۔ یہ بات ہر قصہ گو حجرے میں بیٹھے ہوئے اپنے سامعین میں کسی کو ایک مخاطب کر کے کہتا ہے اور پھر کہانی سنانا شروع کر دیتا ہے۔ سننے والوں میں یہ مخصوص شخص کہانی کے ہر ہر جملے پر ’’اچھا اچھا‘‘ کہتا جاتا اور کہانی آگے بڑھتی چلی جاتی۔ پشتونوں کی ہر بستی میں شام کے بعد حجرے میں مل بیٹھنا اور ایک قصہ گو کو درمیان میں بٹھا کر کہانی سننا ایک معمول تھا۔‘‘(۱)

پشتونوں کی تہذیبی زندگی میں کہانی بننا اور کہانی سننا، ہمیشہ سے شامل رہا ہے۔ پشتون سرزمین پر مختلف اقوام تجارتی مقصد سے قافلوں کی صورت میں آتی رہیں ہیں۔ جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا کے مابین تجارتی گزرگاہ ہونے کی وجہ سے تجارتی قافلے پشاور میں پڑاؤ ڈالتے، جہاں مختلف اقوام کے تاجر کئی کئی روز قیام کرتے۔ پشاور کے قصہ خوانی بازار میں قائم ان قیام گاہوں میں مقامی قصہ گو رات کو ان مسافروں کو قصے سنایا کرتے

تھے۔یہی وجہ ہے کہ پشاور ہمیشہ سے قصہ گوئی کے لیے مشہور رہا ہے۔

کہانی کا تعلق انسان کی صدیوں پرانی تہذیب سے وابستہ ہے۔اگر چہ اس کی مختلف صورتیں وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آتی رہیں، جیسے داستان، ناول، افسانہ، ڈرامہ یا پھر ناولٹ یا افسانچہ، مگر ان تمام صورتوں میں بھی مشترکہ خصوصیت اور مقصد کہانی ہی بیان کرنا ہے۔کہانی کی یہ صورتیں تحریری شکل میں انسانی زندگی اور معاشرے کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتیں ہیں جب کہ لوک کہانی انسان کی تاریخ، تہذیب، تمدن، رسم ورواج، اجتماعی دانش، آرزؤں اور اعتقادات کو سینہ بہ سینہ لے کر چلی آرہی ہے۔

ان کہانیوں کے کرداروں میں محبت، ایثار، بہادری، سخاوت، درگزر، صلہ رحمی، عدل وانصاف جیسی خوبیوں کے ساتھ ساتھ مافوق الفطرت عناصر و واقعات کو بھی پیش کیا گیا۔یہی نہیں بل کہ جہاں عدل وانصاف، صلہ رحمی اور سخاوت پیش کی گئی وہاں ان کہانیوں میں انسانی فطرت میں شامل حرص وہوس، ظلم، دھوکہ دہی، تکبر، غرور، منافقت اور خودغرضی جیسے شر کے عناصر کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

پشتو لوک کہانی بھی پشتون قوم کی تہذیبی زندگی کا حصہ رہی ہیں۔جنھیں بعد میں بہت سے محققین کے ساتھ ساتھ مستشرقین نے بھی مختلف زبانوں میں جمع کیا اور کتابی صورت میں پیش کیا۔محققین کے نزدیک سینہ بہ سینہ، نسل در نسل چلی آنے والی پشتو لوک کہانیوں کو تحریری صورت میں لکھنے کا آغاز تقریباً تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہوا۔ڈاکٹر حنیف خلیل اپنی کتاب ''پشتو ادب کی تاریخ'' میں لکھتے ہیں:

> ''تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں عوامی ادب یا پشتو فوک لور کے بارے میں تحقیق کا آغاز ہوا اور تخلیقی میدان میں بھی عوامی ادب کے بہترین نمونے منصۂ شہود پر آجاتے ہیں۔اس دور میں ان گنت رومانوی داستانیں عوامی صنف مثنوی کی ہیت میں ضبطِ تحریر میں آجاتی ہیں اور عوامی ادب کی دیگر اصناف میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوجاتا ہے۔''(۲)

ڈاکٹر حنیف خلیل نے اس کتاب میں ۹۲ لوک کہانیوں کی فہرست پیش کی ہے، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔آدم خان درخانئ۔صدرخان خٹک ۲۔قصہ ابراہیم۔ملا احمد جان

۳۔مومن خان شیرنئ۔جمشید	۴۔اختر منیر شہزادہ۔ملا نعمت اللہ
۵۔آزاد بخت بادشاہ۔فرید خان	۶۔بہادرہ پیغلہ۔عبدالوہاب دستی
۷۔جمجمہ۔احمد خلیل	۸۔قصہ دا ایمان نخبسہ۔علی حیدر
۹۔شیر عالم میمونئ۔جمال	۱۰۔طالب جان۔ولی محمد

پاکستان کے علاوہ افغانستان میں بھی اس دوران کئی کتب مرتب ہوئیں، جن میں خصوصاً ضرب الامثال اور ٹپوں کے بارے میں تحقیقی کتب شامل ہیں۔یہاں ''پشتو لوک کہانیوں'' کی ان چند کتابوں کا مختصر تذکرہ پیش کیا جارہا ہے جن میں پشتو لوک کہانیوں کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔

۱۔ ڈاکٹر محمد اعظم اعظم کی پشتو لوک کہانیوں کی کتاب ''پختنی رومانونہ'' ہے۔یہ کتاب ڈائریکٹر پشتو اکیڈمی سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔ ۱۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں تین کہانیاں ''فتح خان رابیا، آدم خان درخانئ اور محبوبہ جلات خان'' شامل ہیں۔

۲۔ پروفیسر محمد نواز طائر کی کتاب ''اولسی قیصی'' ۱۹۸۱ء میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی سے شائع ہوئی۔اس کتاب میں ''دا عمل باچائی، بیدار قسمت، گٹہ تاوان، دا ظالم انجام، داپلار نصیحت'' سمیت کل ۲۰ کہانیاں ہیں۔۶۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں بعض کہانیاں مختصر حکایات کی صورت میں لکھی گئی ہیں۔آخر میں فرہنگ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

۳۔ ۱۹۸۱ء میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی سے ہی شائع ہونے والی قلندر مومند کی کتاب ''قیصے'' میں ۴۵ کہانیاں شامل ہیں۔یہ کتاب کل

۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ ۱۹۸۶ء میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی سے شائع ہونے والی ''عوامی قیصی''، حاجی پُردل خان خٹک نے لکھی۔ اس کتاب میں ۴ کہانیاں شامل ہیں۔

۵۔ ۳ کہانیوں پر مشتمل 'طاہر بخاری کی کتاب ''داخا پیرو قیصی'' ۱۹۸۱ء میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی سے شائع کی گئی۔

۶۔ ۱۹۷۶ء سید عابد شاہ عابد کی کتاب ''اولسی نکلونہ'' شائع ہوئی جس میں ۹ کہانیاں شامل کی گئیں۔

پشتو لوک کہانیوں کو اردو زبان میں بھی مرتب کر کے محفوظ کیا گیا ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ ''سرحد کے رومان'' کے نام سے پشتو لوک کہانیوں کی کتاب ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی جسے خاطر غزنوی نے اُردو میں مرتب کیا۔ اس کتاب میں رومانی کہانیوں کو یکجا کیا گیا۔

۲۔ ''پشتو لوک کہانیاں'' یہ کتاب محمد شاہد آف رستم نے مرتب کی جسے ۲۰۰۸ء میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی نے شائع کیا۔ اس میں ۲۸ لوک کہانیاں شامل کی گئیں جن میں طاہر بخاری کی کتاب ''داخا پیرو قیصی'' کی تین کہانیوں کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں بچوں کی کہانیاں، انبیا کرام کے واقعات اور کچھ رومانوی لوک کہانیاں انتہائی مختصر انداز میں بیان کی گئیں ہیں، ساتھ ہی لطائف کو بھی لوک کہانیوں میں شامل کیا گیا ہے۔ اگرچہ انبیا کرام کے واقعات کو لوک کہانیوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا تاہم اس کتاب میں شامل لوک کہانیاں اہمیت کی حامل ہیں۔

۳۔ پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی سے ۱۹۹۳ء میں عنایت الرحمان کی کتاب ''سوات کی لوک کہانیاں'' شائع ہوئی۔ اس کتاب میں سوات کے علاقے کی ۵۵ کہانیاں شامل کی گئیں۔ اس کتاب میں زیادہ تر کہانیاں حقیقی واقعات پر مبنی ہیں۔ اس کتاب میں دورانِ تحقیق کہانی سنانے والے کا نام بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۶ء میں "Folk Tales Of Sawat" کے نام سے اٹلی سے شائع ہوئی۔

۴۔ ''پٹھانوں کے رومان'' کے نام سے شائع ہونے والی کتاب میں ۹ کہانیاں شامل ہیں۔ اس کتاب کو رضا ہمدانی اور فارغ بخاری نے مرتب کیا۔ ۱۲۱ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۵۵ء میں نیا مکتبہ پشاور کے تعاون سے شائع ہوئی۔

۵۔ ۲۰۰۶ء میں بشیر احمد سوز کی کتاب ''ہزارہ کی لوک کہانیاں'' شائع ہوئی جس میں ۹ کہانیاں شامل ہیں۔

۶۔ ڈاکٹر اسماعیل گوہر کی کتاب ''پشتو کی لوک کہانیاں'' اس حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب میں ۶۳ لوک کہانیاں شامل کی گئیں ہیں۔ اس کتاب آغاز میں لوک کہانیوں کے حوالے سے اہم تحقیقی معلومات بھی دی گئیں ہیں۔ یہ کتاب نیشنل بک فاؤنڈیشن سے ۲۰۲۲ء میں شائع ہوئی۔

پشتو لوک کہانیوں کو جہاں اُردو زبان میں مرتب کیا گیا وہاں مستشرقین نے بھی ان کہانیوں کو محفوظ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس حوالے سے چند ایک ناموں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔

۱۔ چارلس سوئینرتن "Charles Sweynnerton" کی کتاب "Indian Nights Entertainment Or Folk Tales of Upper Indus" ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی جس میں پشتو اور ہندکو لوک کہانیوں کو شامل کیا گیا۔ تاہم پشتو اور ہندکو لوک کہانیوں میں تہذیبی خدوخال کا فرق واضح طور پر دکھایا گیا ہے۔

۲۔ پشتو لوک کہانیوں کی یہ کتاب عائشہ احمد اور راجر "Pashtun Tales, From the Pakistan Afghan Frontier" بوسے (Rager Boase) کی تحقیق ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۲۰۱۰ء میں اور دوسری بار ۲۰۱۵ء میں وائیوا بکس نئی دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب پاکستان اور افغانستان کے مشترکہ ادبی ورثے کی عکاسی کرتی ہے۔اس کتاب میں کل ۳۵ کہانیاں شامل کی گئیں ہیں۔

۳۔ شیرانی قبیلے سے یکجا کی گئی لوک کہانیوں کو سر لوکاس کنگ (SirLucasKing) نے "SheraniFolkTales" کے نام سے یکجا کیا ۔ان کہانیوں کو خیبر آرگنائزیشن نے یوٹیوب پر ڈال رکھا ہے۔

۴۔ ''تھامس پیٹرک ہیوز'' نے ۱۸۷۲ء میں اپنی کتاب ''کلیدی افغان'' میں ''شہزادہ بہرام اور گل اندام'' کی کہانی کو شامل کیا۔

۵۔ "Bunnu or Our Afghan Fronteir" کی کتاب پہلی بار ۱۸۷۶ء میں شائع ہوئی۔ پاکستان میں ۱۹۷۸ء میں اس کتاب کو شائع کیا گیا۔اس کتاب کے مصنف تھارن برن (S.S.ThorBurn) نے "Choiceofwife" کے نام سے کہانی شامل کی۔

اگرچہ بہت سی لوک کہانیاں ایسی ہیں جو مختلف کتابوں میں معمولی ردوبدل کے ساتھ بار بار شامل کی گئیں ہیں، تاہم پشتو لوک کہانیوں کے حوالے سے یہاں ہمارا مقصد ان چند کتابوں کا مختصر تعارف پیش کرنا ہے جس میں پشتون تہذیب کو لوک کہانیوں کی صورت میں اکھٹا کر کے محفوظ کیا، نہ کہ ان کتابوں پر تبصرہ کرنا اور نہ ہی ان کتابوں کا تنقیدی جائزہ مقصود ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ڈاکٹر اسماعیل گوہر، ''پشتو لوک کہانیاں''، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۲۰۲۲ء

۲۔ ڈاکٹر حنیف خلیل، ''پشتو ادب کی تاریخ (1947 تا حال)''، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۲۲ء

۳۔ محمد شاہد آف رستم، ''پشتو لوک کہانیاں''، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء

۴۔ قلندر مومند، ''قیصے''، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۱ء

۵۔ پروفیسر محمد نواز طائر، اولسی قیصی''، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۱ء

۶۔ ڈاکٹر محمد اعظم اعظم، پختنی رومانونہ''، ڈائریکٹر پشتو اکیڈمی، ۱۹۸۰ء

۷۔ حاجی پردل خان خٹک، ''عوامی قیصی''، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، ۱۹۸۶ء

۸۔ عنایت الرحمان، ''سوات کی لوک کہانیاں''، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، ۱۹۹۳ء

۹۔ "BnuuorOurAfghanFrontier",SSThorburn,FrogottenBooks,1876